

۸ شعبان المعظّم ۱۴۴۶ھ / 07 فروری 2025ء

تقلیدِ امامِ اعظم

رضی اللہ تعالٰی عنہ....

ضرورت واہمیت اور ازالۂ شبہات

(آخری حصہ... مع مذمّت برٹرمپ تجویز)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account

Jamia Nizamia Rizvia Like our Page

Jamia Nizamia Rizvia Like our Page

You Tube Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَاِذَا جَآءَهُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِهٖ ؕ وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَی الرَّسُوۡلِ وَاِلٰۤی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ ؕ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّیۡطٰنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۔ [النساء4:83]

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق انسانوں کو مختلف صلاحیتیں عطا فرماتا ہے۔ کسی کو علم میں عروج ملتا ہے تو کسی کو معاملہ فہمی کی لیاقت دی جاتی ہے... کوئی لکھت پڑھت سے آگاہ ہوتا ہے تو کوئی کاریگری میں ماہر۔ غرضیکہ سب کی خوبیاں یکساں نہیں ہوتیں۔

ربِّ کریم نے اپنی قُدرت کے ساتھ انسانوں کی قابلیتوں کے ذریعے نظامِ عالَم کو باقی رکھا ہوا ہے۔ لوگوں کی حاجتیں مختلف ہیں اور وہ اپنی اپنی حاجت کے مطابق اُسے پورا کرنے کی لیاقت رکھنے والے شخص سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ علم کا متلاشی عالِم سے نفع پاتا ہے، بیمار کو ڈاکٹر کے ذریعے فائدہ ہوتا ہے اور تعمیر کا خواہش مند معمار سے استفادہ کرتا ہے... اِسی طرح باقی معاملات ہیں۔

جیسے دیگر کاموں میں متعلقہ افراد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، ایسے ہی قرآن وحدیث کو سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کے لیے بھی ماہِرینِ قرآن وسنّت سے رائے لینی چاہیے۔ ایک آیتِ کریمہ میں خالقِ کائنات نے بات کا بتنگڑ بنانے والوں اور معاملات کو نااہلوں تک پہنچا کر فتنہ پھیلانے والوں کی مذمت کی اور اُمور کو سدھارنے کا سلیقہ سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَی الرَّسُوۡلِ وَاِلٰۤی اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ... یعنی "اگر وہ اُس بات کو رسولِ کریم ﷺ اور اپنے بااختیار / اہلِ علم حضرات کی خدمت میں پیش کرتے تو اُن میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت رکھنے والے ضرور اُس کی حقیقت کو جان لیتے۔" [النساء4:83]

دورِ حاضر میں فرقہ پرستی اور باہمی اختلاف کا یہ حال ہے کہ نماز پڑھنے کا طریقہ بھی ایک جیسا نہیں۔ اگر اِس آیتِ کریمہ پر عمل کرتے ہوئے فقہی مسائل میں اپنی اپنی تحقیق پیش کرنے کے بجائے امام اعظم ابو حنیفہ نُعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن تھام لیا جائے اور آپ نے قرآن وسنّت کی روشنی میں جو دینی مسائل اخذ کرکے "فقہِ حنفی" کا عظیم ذخیرہ عطا کیا ہے، اُس پر عمل کیا جائے تو تمام اختلافات ختم ہو جائیں۔ یعنی تقلیدِ امامِ اعظم میں اِس آیت پر عمل بھی ہے اور اختلافات کا حل بھی۔

ایک طبقہ امامِ اعظم یا کسی دوسرے فقہی امام کے پیچھے چلنے کے بجائے تقلید کو ناجائز وگمراہی قرار دیتا ہے، یعنی وہ لوگ مسلمانوں کو اُس راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں جس پر تقریباً تیرہ صدیوں سے اُمّت کی اکثریت عمل کر رہی ہے اور اُن کی خواہش ہے کہ ہم فقہی اماموں کی تحقیقات کو چھوڑ کر اُس طبقہ کی تحقیق کو قبول کر لیں۔

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماہِ وصال شعبان المعظّم کی مناسبت سے گزشتہ جمعۃ المبارک میں "تقلیدِ امامِ اعظم" کی ضرورت واہمیت پر کچھ گفتگو کی گئی تھی۔[1] آج تقلید سے متعلق تین بڑے شبہات / مغالطوں کا اِزالہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

---

[1] خطبہ پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://drive.google.com/file/d/1m2dn7tIu4ZMxx2U6mHqv3mZTr2i_d9yE/view?usp=drive_link

شبہ... تقلید کے بجائے حدیث کی پیروی

تقلید کا انکار کرنے والے یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ ہمارے دَور میں جدید ذرائع دستیاب ہیں، چند سیکنڈز میں کسی بھی مسئلے سے متعلق سرکارِ دوعالَم ﷺ کا ارشادِ گرامی آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور اُس کی اسنادی حیثیت کا بھی پتا چل جاتا ہے کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف۔ چنانچہ اب امامِ اعظم یا دیگر ائمہ کی تقلید کرنا فضول ہے، بلاواسطہ حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔

اِس مغالطہ کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ بات جان لیجیے کہ کسی بھی حدیثِ مبارک پر عمل کے لیے تین باتیں ضروری ہیں:

i. اُسے روایت کرنے والے ہر فرد کے بارے میں تفصیلی معلومات ہوں۔ اِس سے پتا چلے گا کہ وہ روایت ثابت شدہ ہے یا نہیں!

ii. یہ معلوم ہو کہ اُس حدیث پر عمل کرنا درست ہے۔ جب ہر آیت پر عمل نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ کچھ آیاتِ کریمہ متشابہات ہیں، جنھیں ہمارے ایمان کا امتحان لینے کے لیے نازل کیا گیا ہے... تو ہر حدیث پر عمل کیسے درست ہو گا!

iii. اُس حدیث کی فقہ، یعنی اُس کا صحیح مفہوم معلوم ہو۔ فقہِ حدیث تک رسائی نہ ہوئی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ حدیث میں حکم کچھ اور ہو گا، جب کہ بندے کا عمل کچھ اور؛ کیونکہ وہ حدیثِ مبارک کو سمجھ ہی نہیں پایا۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اِن مراحل کو طے کرنا عام شخص (غیر مجتہد) کے بس کی بات نہیں۔[1] اِس سے مغالطے کا جواب بھی مل گیا کہ ہمارے لیے تقلید کے بغیر حدیثِ مبارک پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں، ہم حدیث پر عمل اِس طرح ہی کر سکتے ہیں کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہر مسئلے میں احادیثِ کریمہ کا خلاصہ پوچھیں، جو اُن کی فقہ بتائے اُس پر عمل کر لیں۔ اِسی بات کو "تقلید" کہا جاتا ہے۔

سند کی حیثیت جاننا ممکن نہیں: حدیثِ مبارک کی سند صحیح ہے یا ضعیف... یہ فیصلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اُس حدیث کی تمام اسانید کو جانتا ہو، نیز اُسے ہر سند کے ہر ایک راوی کے بارے میں مفصّل معلومات ہوں، پھر راویوں پر جَرح و تنقید اور قبول و رَدّ کے حوالے سے تمام ضابطوں پر پوری طرح گرفت ہو۔ یہ کام عوام تو کجا! بڑے بڑے علما کے بس میں بھی نہیں۔

یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ محدّثین نے احادیث کی اسنادی حیثیت کا فیصلہ کر دیا ہے، ہمیں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ محدّثین کا فیصلہ قبول کرنا بھی تو ایک طرح کی "تقلید" ہے اور تقلید کے منکرین کہتے ہیں کہ ہم اماموں کی بات نہیں مانیں گے۔

عمل کا فیصلہ بس میں نہیں: سند کی بحث چھوڑ دیں اور یہ کہیں کہ اِس بارے میں ہم محدثین کا فیصلہ مانیں گے، مثلاً جو حدیثِ مبارک صحیح بخاری، صحیح مسلم یا دیگر صحاحِ ستہ میں ہے اُسے قبول کریں گے تو اگلے مرحلے میں یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ اِس حدیث پر عمل ہو سکتا ہے یا نہیں... یہ بھی عام شخص (غیرِ مجتہد) کی قدرت میں نہیں؛ وجہ یہ ہے کہ کبھی حدیث کی سند ثابت ہوتی ہے، مگر اُس

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِي فِي مَعْنٰى "إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِي"، مشمولہ در فتاوٰی رضویہ، ج:27، ص:63 تا 88

پر عمل نہیں ہو سکتا... جب کہ کئی مرتبہ سند ثابت نہیں ہوتی، مگر دیگر قرائن کی وجہ سے اُس پر عمل درست ہوتا ہے۔

صحیح غیر معمول بہا: سند ثابت شدہ (صحیح یا حَسَن) ہو، مگر عمل درست نہ ہو... اِس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً:

- وہ حدیث منسوخ ہو۔ یعنی پہلے مخصوص حالات میں کوئی حکم دیا گیا ہو، پھر اُس کی جگہ دوسرا حکم آ جائے... اب پہلے والی حدیث پر عمل نہیں کیا جا سکتا، اگرچہ وہ حدیثِ صحیح ہو۔ جیسے زیارتِ قبور سے روکا گیا تھا، پھر اُس کی اجازت ہو گئی۔ (صحیح مسلم، حدیث:977)
- اِسی درجے کی کوئی دوسری حدیث بھی موجود ہو اور اُصولوں کی روشنی میں اُس پر عمل راجح ہو، مثال ابھی ذکر کی جائے گی۔
- کوئی ٹھوس دلیل موجود ہو کہ اُس حدیث سے ظاہری معنٰی مراد نہیں، کچھ اور مراد ہے (مُؤوَّل ہے)۔ حدیث میں ہے: مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا۔ (المعجم الاوسط:3348) "جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اُس نے علانیہ طور پر کفر کیا"، مگر دیگر نصوص سے ثابت ہے کہ گناہِ کبیرہ کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا، البتہ معاذ اللہ گناہ کو جائز سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے؛ لہٰذا اِس حدیث کا ظاہری معنٰی مراد نہیں، بلکہ ایک توجیہ یہ ہے کہ وہ شخص کفر کے قریب پہنچ گیا۔ (ماخوذ از فیض القدیر)
- وہ حدیث غیر متواتر ہو اور اُس کا ظاہری مفہوم آیتِ قرآنیہ کے خلاف ہو۔ اب اُس کے ظاہر پر عمل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اُصولوں کے مطابق ایسی صورت نکالی جائے گی کہ آیت سے تعارض نہ ہو۔
- جس علت کی وجہ سے وہ حکم دیا گیا تھا اب وہ علت نہ پائی جائے۔

اِن کے علاوہ بھی کئی صورتیں ہیں جن میں حدیثِ مبارک کی سند ثابت شدہ ہوتی ہے، مگر اُس پر عمل درست نہیں ہوتا۔

غیر صحیح معمول بہا: بہت مرتبہ حدیث کی سند صحیح نہیں ہوتی، مگر اُصولوں کی روشنی میں اُس پر عمل درست ہوتا ہے۔ مثلاً:

- وہی مفہوم دیگر احادیث میں موجود ہو اور اُن کے ذریعے حدیث قوی ہو جائے۔
- علما اُس پر عمل کریں، جس سے ثابت ہو کہ عمل کرنا صحیح ہے۔ امام ترمذی اور دیگر محدثین علیہم الرحمہ کئی احادیث کو ضعیف کہہ کر فرماتے ہیں: وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ۔ یعنی سند تو کمزور ہے، مگر علما اِس پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی، حدیث:1191)
- کئی بزرگانِ دین اللہ تعالٰی کی عطا کردہ خاص بصیرت و کشف سے جان لیتے تھے کہ سند کمزور ہے، مگر یہ ارشادِ نبوی ہی ہے، بلکہ کچھ تو سرکارِ دوعالَم ﷺ سے پوچھ لیتے تھے کہ آقا! یہ آپ کا ارشادِ گرامی ہے یا نہیں؟ سینکڑوں کتابوں کے مصنف، امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو پچھتر (75) مرتبہ بیداری میں امام الانبیا ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور اُنھوں نے آپ ﷺ سے احادیثِ کریمہ کے بارے میں پوچھا۔[1]

اِس بحث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ عمل درست ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ بھی عام شخص کا کام نہیں، مجتہد ہی بتا سکتا ہے۔

---

[1] دیکھیے: مُنِیْرُ الْعَیْن فِیْ حُکْمِ تَقْبِیْلِ الْاِبْہَامَیْن، فتاوٰی رضویہ، ج:5، افادہ:13 تا 15/19، ص:472 تا 477/491 تا 494، رضا فاؤنڈیشن

فقہِ حدیث قدرت میں نہیں: عامی کے لیے بغیر تقلید کے حدیث پر عمل کرنا اِس لیے بھی ممکن نہیں کہ عربی زبان دُنیا کی فصیح ترین زبان ہے، اُس میں ایک ہی بات کو تعبیر کرنے کے دَسیوں طریقے ہوتے ہیں۔ یہ بات عربی زبان کی ابتدائی معلومات رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے۔ پھر حدیثِ مبارک اُس ہستی کا کلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اوّلین وآخرین میں سب سے زیادہ فصاحت وبلاغت سے نوازا ہے، جسے جوامع الکلم کی دولت عطا ہوئی ہے، کہ وہ مختصر الفاظ میں ایسی بات ارشاد فرمادیتے ہیں جس کی تشریح وتوضیح کی جائے تو کئی کتابیں تیار ہو جائیں۔ امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خوب کہا:

تِرے آگے یوں ہیں دَبے لَچے، فُصَحا عرب کے بڑے بڑے..... کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں! بلکہ جسم میں جاں نہیں

ایک عام سے ادیب و فصیح کی بات ہر ایک کو سمجھ میں نہیں آتی... اُردو میں قانون کی کتاب پڑھ لینے سے کوئی قانون دان نہیں بنتا تو فُصَحائے عرب کے سردار ﷺ کے ارشادات کو سمجھنا ہر ایک کے بس میں کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ مرحلہ بھی فقط مجتہد ہی طے کر سکتا ہے؛ اُسے لغتِ عرب کے تمام فنون، بلاغت کے تمام علوم، الفاظ ومعانی کی تمام صنوف وغیرہ کا مکمل علم ہوتا ہے؛ اِسی لیے تو امام بخاری سمیت اکابر محدثین علمِ حدیث میں اعلیٰ شان رکھنے کے باوجود کسی نہ کسی امام کے مقلِّد تھے۔[1] کاش! بخاری پڑھ کر علمی بخار میں مبتلا ہونے والے اِس بات پر غور کرتے کہ خود امام بخاری اور حدیث کی کتابیں لکھنے والے دیگر محدثین بھی تقلید سے بے نیاز نہیں تھے۔

یہ بات سرکارِ دوعالم ﷺ کے ارشادِ گرامی سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ حدیث سمجھنا ہر ایک کے بس میں نہیں۔ اُمّت میں علمِ میراث کے سب سے بڑے عالم سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا جُبَیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ۔

روایات کا خلاصہ یہ کہ "اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تَر و تازہ اور حسین وبارونق رکھے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی، اُسے محفوظ رکھا، پھر بغیر کسی تبدیلی کے دوسرے کو پہنچادی، کئی علم کے حامل فقیہ نہیں (اِنھیں حدیث یاد ہوتی ہے، مگر اُسے سمجھ نہیں پاتے) اور کئی اپنے سے زیادہ فقیہ تک علم پہنچاتے ہیں (یہ حدیث کو سمجھتے ہیں، مگر دوسرا اِن سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے)۔"(سننِ ابن ماجہ، حدیث:230، 231)[2]

امام بخاری وامام مسلم کے دادا اُستاذ، جلیل القدر تابعی حضرت سُفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَلْحَدِيْثُ مَضَلَّةٌ إِلَّا لِلْفُقَهَاءِ۔ یعنی فقہا و مجتہدین ہی حدیثِ مبارک کو سمجھتے ہیں، باقی لوگ اپنی کم علمی کے سبب حدیث پڑھ کر سخت گمراہی کا شکار ہو سکتے ہیں۔[3]
(الجامع فی السنن والآداب والمغازی والتاریخ للقیروانی، ص:118، مؤسسة الرسالة۔ الفتاوی الحدیثیه للهیتمی، ص:202)

---

[1] قال الشاہ ولی اللہ: مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ، فَإِنَّهُ مَعْدُوْدٌ فِيْ طَبَقَاتِ الشَّافِعِيَّةِ۔ (الإنصاف فی بیان أسباب الاختلاف، ص:76، دار النفائس)

[2] یہ حدیث متعدد صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے کثیر محدّثین نے روایت کی ہے، مزید کے لیے دیکھیے: فتاوی رضویہ، ج:27، ص:73

[3] يُرِيْدُ أَنَّ غَيْرَهُمْ (غير الفقهاء) قَدْ يَحْمِلُ الشَّيْءَ عَلَى ظَاهِرِهِ وَلَهُ تَأْوِيْلٌ مِنْ حَدِيْثٍ غَيْرِهِ، أَوْ دَلِيْلٌ يَخْفَى عَلَيْهِ، أَوْ مَتْرُوْكٌ أَوْجَبَ تَرْكَهُ غَيْرُ شَيْءٍ مِمَّا لَا يَقُوْمُ بِهِ إِلَّا مَنِ اسْتَبْحَرَ وَتَفَقَّهَ۔ (المدخل لابن الحاج، ج:1، ص:128، دار التراث)

شبہ... فقہِ حنفی صحیح احادیث کے خلاف ہے

تقلید کا انکار کرنے والے یہ مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ فقہِ حنفی صحیح احادیث کے خلاف ہے، احناف کے موقف میں پیش کی جانے والی احادیث ضعیف ہیں۔ اِس پر عام شخص تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ پھر فقہِ حنفی کے بجائے احادیث پر عمل کرنا چاہیے۔

اِس حوالے سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت 80ھ میں ہوئی، آپ نے بلا واسطہ کچھ صحابہ کرام اور ہزاروں اکابر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیثِ مبارکہ سُنیں اور سیکھیں۔ اگر کسی راوی کی وجہ سے موجودہ کتابوں میں موجود حدیث کی سند کمزور ہے تو بھی اِس سے فقہِ حنفی پر اعتراض نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ جب امام اعظم نے اِن احادیث کو دلیل بنایا تھا تب وہ راوی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، جن کی وجہ سے سند کو کمزور کہا جاتا ہے۔

مزید اطمینان کے لیے چند مسائل دلائل کے ساتھ ذکر کیے جاتے ہیں، اِس سے اندازہ ہو گا کہ فقہِ حنفی مستند احادیث کے عین مطابق ہے اور مذکورہ مغالطہ منکرینِ تقلید کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔

رفعِ یدین: فقہِ حنفی کے مطابق فقط تکبیرِ تحریمہ کے وقت کانوں تک اِس طرح ہاتھ اُٹھانا سنت ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لَو کو چھوئیں، نمازِ پنجگانہ میں اِس کے علاوہ ہاتھ اُٹھانا سنت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ احادیث کے خلاف ہے؛ کیونکہ احادیث میں رکوع اور سجدہ میں جانے سے پہلے رفع یدین کرنے کا بھی ذکر ہے، حالانکہ احادیثِ صحیحہ کے مطابق صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی ہاتھ اُٹھانے چاہییں[1]:

⇐ سیدنا جابر بن سَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مَا لِيَ أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؛ اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ! یعنی "کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح ہاتھ اُٹھاتے دیکھ رہا ہوں؟ سکون سے نماز پڑھا کرو!"[2] (صحیح مسلم، حدیث:430)

⇐ اکابر صحابہ، جو نماز میں سرکارِ دوجہاں ﷺ کے بالکل قریب کھڑے ہوتے تھے، وہ فقط پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، رکوع یا سجدہ سے پہلے رفعِ یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ واضح دلیل ہے کہ اُنھوں نے آپ ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا تھا۔

○ حضرت اسود علیہ الرحمہ نے فرمایا: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ لَا يَعُودُ۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے ""شرح معانی الآثار" یا بزمِ رضا جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی طرف سے شائع شدہ "خلاصہ شرح معانی الآثار"، باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذلك رفع أم لا؟ خلاصہ ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: _____

[2] غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اِس حدیث میں سلام کے وقت ہاتھ اُٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ عذر درست نہیں؛ کیونکہ: 1) حدیثِ مبارک کے الفاظ میں مطلقاً سکون / ہاتھ نہ اُٹھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ 2) سلام کے وقت ہاتھ اُٹھانے سے ممانعت والی حدیث الگ ہے، جب کہ یہ حکم الگ ہے۔ 3) "فِي" صریح ہے کہ نماز میں ہاتھ اُٹھانے سے روکا گیا ہے۔ (ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، زیرِ حدیث:793)

مَیں نے امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت اپنے ہاتھ اُٹھاتے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(شرح معانی الآثار، حدیث:1364، قال الطحاوی: حَدِيثٌ صَحِيحٌ)

- ایک موقع پر صاحبِ نعلَین ووِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ یعنی مَیں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ نہ سکھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھائی اور فقط تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھائے۔(جامع ترمذی، حدیث:257، سنن نسائی:1058، 1026، مسند احمد، 1/388، حدیث:441، قال الألبانی: صحیح)

اِن صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ جن روایات میں رکوع اور سجدہ سے پہلے ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے، وہ منسوخ یا مرجوح ہیں۔

آمین بالجہر: فقہِ حنفی کے مطابق نماز میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت مکمل ہونے پر آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت ہے اور احادیثِ صحیحہ کا یہی تقاضا ہے:

❖ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے نماز میں آمین کہنے کا حکم دیا اور فرمایا: فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ "جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ومطابق ہوئی اُس کے سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف ہوگئے۔" (صحیح بخاری، حدیث:780) ظاہر ہے کہ فرشتوں کی آمین بلند آواز سے نہیں ہوتی۔

❖ سیدنا وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: إِنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ: "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ" قَالَ: آمِينَ، يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ۔ اُنھوں نے رحمتِ عالَم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ ﷺ نے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ پڑھا تو "آمین" کہا اور اپنی آواز آہستہ رکھی۔(المستدرک علی الصحیحین، حدیث:2913، صحیح علی شرط الشیخین)

معلوم ہوا کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے، جس حدیث سے بعض لوگ کھینچ تان کر اُونچی آواز سے آمین کہنا ثابت کرتے ہیں اُس کا مفہوم ہے کہ کبھی کبھی اِس لیے اُونچی آواز سے آمین کہی کہ پتا چل جائے آمین کہنا سنت ہے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا: فقہِ حنفی کے مطابق نماز میں قیام کے دوران مَرد کے لیے سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے، دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پُشت پر رکھے اور انگوٹھے و چھنگلیا سے بائیں کلائی کا حلقہ بنائے۔ یہی احادیث میں ہے۔ مثلاً: سیدنا وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔[1] مَیں نے نبیِ اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ناف کے نیچے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:3981)

خلاصہ یہ کہ امام اعظم کی سند عالی ہے، اُنھوں نے بلاواسطہ صحابہ و تابعین سے سیکھا ہے اور اُن کی فقہ احادیث کے عین مطابق ہے۔

---

[1] اِس حدیثِ مبارک کی سند صحیح ہے اور معتبر نسخوں میں "تحت السرّۃ" کے الفاظ موجود ہیں۔

شبہ... صحابہ نے تقلید نہیں کی

منکرینِ تقلید کہتے ہیں: صحابہ کسی کے مقلِّد نہیں تھے، اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی ہے اور ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔

اِس مغالطہ کو سمجھنے کے لیے ایک لطیفہ پر غور کیجیے! کسی شخص کو بخاری شریف پڑھنے کا شوق دلایا گیا تو وہ کہنے لگا: مَیں نہیں پڑھوں گا۔ اُس سے کہا گیا: یہ احادیثِ کریمہ کی معتبر ترین کتاب ہے، اِسے پڑھنا چاہیے۔ کہنے لگا: صحابہ نے بخاری نہیں پڑھی تو مَیں بھی نہیں پڑھتا۔ ظاہر ہے کہ اِس شخص کو سمجھایا جائے گا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی آنکھوں سے امام الانبیا ﷺ کا رُخِ زیبا دیکھتے تھے اور اپنے کانوں سے آپ ﷺ کے میٹھے بول سنتے تھے، اُنھیں کوئی کتاب پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جو اعزاز اُنھیں ملا وہ تمہارے بس میں نہیں؛ اِس لیے تم اُن جیسا بننے کی کوشش نہ کرو۔

اِس سے تقلید پر پیش کیے گئے شبہ کا جواب بھی مل گیا کہ عہدِ نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تقلید کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ سرکارِ دو جہاں ﷺ کی زیارت کرکے اور آپ سے احادیث سماعت کرکے اتباع کرتے تھے، اگر کوئی بات خود دیکھی یا سُنی نہیں ہوتی تھی تو دیگر صحابہ سے پوچھ لیتے تھے اور جس مسئلہ میں راہ نمائی درکار ہوتی بلاواسطہ تاج دارِ ختمِ نبوّت ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔

پھر جب آپ ﷺ نگاہوں سے اوجھل ہوئے تو وہ اہلِ علم و فتوٰی / مجتہد صحابہ سے پوچھتے اور نئے پیش آنے والے مسائل سے متعلق راہ نمائی لیتے، تاہم اُس دَور میں یہ پابندی نہیں تھی کہ صرف فلاں صحابی سے ہی پوچھا جائے گا؛ کیونکہ وہ سبھی اعلیٰ درجہ کے متقی تھے، نہ تو اپنے پاس سے کوئی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے اور نہ ہی قرآن و سنت کا غلط مفہوم بیان کرتے تھے۔

دورِ صحابہ کے بعد جب چرب زبان منافق مَن مانی تشریحات کرکے قرآن و حدیث کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے لگے تو فیصلہ ہوا کہ اب نہ تو ہر ایک کی بیان کردہ حدیث کو قبول کیا جائے گا، نہ ہی ہر ایک سے قرآن و سنت کی تشریح اور شرعی مسائل پوچھے جائیں گے۔[1] صحیح مسلم کے مطابق پھر فقط سُنّی راویوں کی حدیث قبول کی جاتی۔[2] بعد ازاں تیسری صدی ہجری میں تمام علمائے حق نے اِس بات پر اتفاق کیا کہ اب فقط چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (م:150ھ)، امام مالک بن انس اَصبحی (م:179ھ)، امام محمد بن ادریس شافعی (م:204) اور امام احمد بن حنبل شَیبانی (م:241ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

چار میں سے ایک کی قید اِس لیے رکھی گئی کہ لوگ دین کو مذاق نہ بنالیں، کہ کوئی بات اِس امام کی اور کوئی اُس امام کی مان لی۔ چنانچہ تب سے اُمّت اِن اماموں کی تقلید کر رہی ہے اور ہر دَور میں اکثریت امامِ اعظم ابو حنیفہ کی مقلِّد رہی ہے۔

---

[1] قَالَ سيدنا عبد الله بن عباس رضي الله عنهما: إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُوْلُ: "قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ" ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا۔ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُوْلَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ۔ (صحيح مسلم، مقدمة)

[2] فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا: سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ، فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ، وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ۔ (أيضًا)

حرفِ آخر: فقہِ حنفی... دینِ حنیف کی بہترین تشریح

سرورِ عالم ﷺ کو باری تعالیٰ نے یہ اِعزاز عطا فرمایا ہے کہ آپ ﷺ شارِع (شریعت بنانے والے) اور قانون ساز ہیں... اُمّت میں کوئی بھی شارِع نہیں ہے، تاہم اُمّتی شارِح (قرآن وسنت کی تشریح وتوضیح کرنے والا) ہو سکتا ہے۔

قرآن وسنّت کی تشریح کس سے پوچھنی چاہیے؟ کلامِ الٰہی سکھاتا ہے کہ اِس کے لیے اِستِنْباط... یعنی قرآن وحدیث سے مسائل کا حل نکالنے... کی صلاحیت رکھنے والے مجتہد کی طرف رُجوع کرنا چاہیے اور اُس کی تشریح پر عمل کرنا چاہیے۔[النساء4:83]

مجتہدین میں سب سے اعلیٰ شان ہمارے امام حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہوئی؛ اِسی لیے آپ کو "امام اعظم" (معروف مجتہدین میں سب سے بڑا امام) کہا جاتا ہے۔ آپ دینِ حنیف کے ایسے بہترین شارِح ہیں کہ آپ کی کنیت ہی "ابو حنیفہ" ہے۔ تقریباً تیرہ صدیوں سے اُمّت کی اکثریت آپ کی تشریحات کو قبول کرتی ہے اور آپ کی تقلید کرتے ہوئے فقہِ حنفی پر عمل کرتی ہے۔

عصرِ حاضر کا ایک بڑا فتنہ یہ بھی ہے لوگ اپنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں، مختلف انجینئرز، ڈاکٹرز اور سکالرز اپنی اپنی تحقیقات منوانے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ ایک طبقہ تو سرے سے ائمہ کی تقلید کا ہی انکار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمان امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید چھوڑ دیں اور ہماری تحقیق کو قبول کریں۔

اِنہی حالات کے پیشِ نظر ماہِ وصالِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے آخری دو خطبات میں تقلیدِ امامِ اعظم کی ضرورت واہمیّت کو اجاگر کیا گیا اور اِس حوالے سے پیش کیے جانے والے شبہات اور مغالطوں کے ازالہ کی کوشش کی گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

- ❖ مسلمان ہر نماز میں کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہے: الٰہی مجھے اُن لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تُو نے انعام فرمایا! صدیوں سے اُمّت کی اکثریت اور تمام انعام یافتہ بندوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ:
  - عقائد میں امام ابو منصور محمد ماتُریدی علیہ الرحمہ (م:۳۳۳ھ/944ء) کی تشریحات پر عمل کرتے ہیں۔
  - اور فقہی مسائل میں امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م:۱۵۰ھ/767ء) کی تقلید کرتے ہیں۔

  ہمیں بھی یہی راہ اپنانی چاہیے۔
- ❖ قرآن وسنّت پر صحیح طرح سے عمل کے لیے تین میں سے ایک بات ضروری ہے:

1) صاحبِ قرآن ﷺ سے بلاواسطہ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع نصیب ہوا ہو یا نبوی درس گاہ کے تربیت یافتہ سے علمِ دین حاصل کرنے کی سعادت ملے۔ یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے صحابہ وتابعین کو عطا فرمایا۔
2) علمِ دین سے اتنا وافر حصہ عطا ہو کہ انسان قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم سمجھ کر خود اُن سے شرعی مسائل اخذ کر سکے۔ یہ صلاحیت مجتہدین کو عطا ہوئی۔

3) انسان کسی مجتہد کی پیروی کرے۔ ہمارے لیے یہی طریقہ ممکن ہے۔

❖ تقلید کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ایسا کرنے والا کوئی نیا دین ایجاد کر رہا ہے، بلکہ یہ قرآن و سنت پر عمل کی بہترین صورت ہے۔

❖ فقہِ حنفی کو صحیح احادیث کے خلاف کہنا کم علمی کا نتیجہ ہے؛ کیونکہ:

i. امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاواسطہ متعدّد صحابہ اور ہزاروں تابعین علیہم الرضوان سے احادیثِ کریمہ سنیں، آپ کی فقہ سے متعلق جن احادیث کو بعض راویوں کی وجہ سے ضعیف / کمزور کہا جاتا ہے وہ راوی بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی آپ نے جب یہ احادیث صحابہ و تابعین سے سنیں، تب یہ راوی درمیان میں تھے ہی نہیں۔

ii. موجودہ کتابوں میں بھی ایسی مستند احادیث موجود ہیں جن سے آپ کی فقہ ثابت ہے۔

❖ عہدِ نبوی میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تقلید کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اُنھیں جس مسئلہ میں راہ نمائی درکار ہوتی وہ بلاواسطہ تاج دارِ ختمِ نبوّت ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ بعد میں وہ اہلِ علم و فتوٰی / مجتہد صحابہ سے پوچھتے تھے اور دورِ صحابہ کے بعد جب لوگ قرآن و حدیث کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے لگے تو فیصلہ ہوا کہ اب فقط چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی۔ چنانچہ تب سے اب تک اُمّت اِن اماموں کی تقلید کر رہی ہے اور ہر دَور میں اکثریت امامِ اعظم ابو حنیفہ کی مقلِّد رہی ہے۔

گفتگو کے آخر میں ایک عالَمی مسئلہ کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ دو روز قبل امریکی انتہا پسند صدر ٹرمپ نے اسرائیل کے متعصب یہودی وزیرِ اعظم کے ساتھ ملاقات کے بعد مشترکہ پریس کانفرنس کی، جس میں یہ منصوبہ پیش کیا کہ ہم غـزّہ پر قبضہ کر لیں گے اور فلسطینیوں کو وہاں سے دوسرے ممالک کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔

ہم اِس تجویز کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہوئے اِس کی پُرزور مذمت کرتے ہیں۔ ٹرمپ کو اپنی اوقات میں رہنا چاہیے، یہ خطہ فلسطینی مسلمانوں کا آبائی علاقہ ہے، جس کا کچھ حصہ ظالمانہ طور پر چھین کر وہاں ناجائز ریاست اسرائیل قائم کی گئی۔ ٹرمپ کی حالیہ تجویز عالمی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہے، جسے اقوامِ متحدہ نے بھی مسترد کیا ہے۔

اب تو اُمّتِ مسلمہ کو احساس ہو جانا چاہیے کہ امریکی و اسرائیلی گٹھ جوڑ کا اصل ناپاک منصوبہ کیا ہے، اب قراردادوں سے آگے بڑھ کر عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

شرعی مسئلہ: سرکارِ دو عالم ﷺ ماہِ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ شعبان المعظّم کے روزوں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ہمیں بھی اِس رمضان کی تیاری کرتے ہوئے اِس ماہِ مکرّم کے روزوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ قضائے رمضان کے روزے ذمّے میں ہوں تو اُن کی نیت کی جائے، ورنہ (منت وغیرہ لازم نہ ہونے کی صورت میں) نفلی روزوں کی سعادت حاصل کی جائے۔

اللہ تعالیٰ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے میں ہماری مغفرت فرمائے اور فتنوں کے اس دور میں انعام یافتہ بندوں کے راستے پر استقامت کی توفیق سے نوازے!

خالقِ کائنات تمام اُمّتِ مسلمہ سے مصائب وآلام دُور فرمائے، مظلوموں کی غیبی تائید ونصرت فرمائے، خصوصًا اہلِ غزہ کو اِعانت سے نوازے، جنگ کے معاہدے کو خداوندِ قدّوس اسلام کی سربلندی اور اہلِ غزّہ کے لیے خیر وبھلائی کا ذریعہ بنائے اور امریکہ واسرائیل کے مذموم عزائم کو خاک میں ملائے!

مالکِ کریم پاکستان کو ہر طرح کے مصائب سے محفوظ رکھے اور حکمرانوں کو دین کا خیر خواہ اور عوام کا خدمت گزار بنائے!

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!